معاشرتی علامتی شاعری کے دھارے میں فارسی میں معاصر مزاحمتی ادب کا جائزہ

ڈاکٹر محمد کیومرثی[1]

Abstract:

"Social symbolic poetry is very vast and important in the perspective of contemporary poems. In current Iranian literary history, resistant poetry plays a vital role. Iranian poets considered the mentioned trend utmost important for their ideological system. In contemporary Iranian poetry, poems of resistance has gained very prominence because these poems have given awareness about unequal division of wealth worldwide. In this article, all these trends of resistance in modern Iranian poetry have been discussed and analyzed."

"معاشرتی علامتی شاعری"، معاصر نظموں میں سب سے زیادہ وسعت اور اہمیت کی حامل ہے۔ معاصر ایرانی ادبی تاریخ میں مزاحمتی شاعری کا ایک اہم کردار رہا ہے۔ ایران کے شعرا نے مذکورہ رُجحان کو اپنے فکری نظام میں مرکزی اہمیت کا حامل تصور کیا ہے۔ معاصر فارسی شاعری میں مزاحمتی تخلیقات کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے کیوں کہ ایسی تخلیقات کے ذریعے دُنیا بھر میں دولت کی غیر مساوی تقسیم کے خلاف عام لوگوں کو شعور دیا جاتا ہے کہ اُن کے حقوق کا استحصال مقتدر طبقہ کن حربوں کو بروئے کار لاتے ہوئے کرتا ہے لیکن مذکورہ شعور تخلیقی سطح پر دیکھنے کو ملتا ہے۔شاعر علائم و رموز کے ذریعے اپنی تخلیقات میں مذکورہ رُجحان کو بروئے کار لاتا ہے۔ تخلیقی سطح پر ردِعمل اور مزاحمت کا اظہار کرتا ہے۔مزاحمتی شاعری کے مرکزی دھارے کی سب سے نمایاں خصوصیت شاعر کا معاشرے سے معنی خیز تعلق ہے۔ مزاحمتی شاعری میں مخصوص جبریت کے خلاف شاعر فکری سطح پر سماجی مسائل و مصائب کی عکاسی کرتا ہے۔ویسے تو فارسی شاعری میں متعدد رُجحانات دیکھے اور محسوس کیے جا سکتے ہیں لیکن معاشرتی علامتی شاعری کا ایک جزو جس پر بہت توجہ صرف کی گئی ہے، وہ درحقیقت " مزاحمتی شاعری " ہے۔ معاشرتی علامتی شاعری کا جوہر، احتجاج اور ردِعمل ہے کیوں کہ معاصر دور کے معاشرتی حالات ناگفتہ بہ ہیں، اسی لیے شعرا معاشرے کے مسائل کے خلاف فکری سطح پر اپنی تخلیقات کے توسط سے مستقل احتجاجی رویے کی حامل شاعری تخلیق کرتے ہیں، اِس کی ایک وجہ تو یہ ہے تخلیق کاروں کی انگلیوں کی پوریں معاشرے کی نبض پر ہوا کرتی ہیں۔زیرِ نظر مقالے میں مزاحمتی دھارے میں شامل ممتاز شعرا کی شاعری کا محاکمہ کیا گیا ہے، مزاحمتی رویے کے حامل معاصر فارسی شعرا میں نیما یوشیج، احمد شاملو، اخوان ثالث، فروغ فرخ زاد اور حمید مصدق شامل ہیں۔مذکورہ شعرا کی شاعری کے عمیق مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ شاعروں کے یہاں مزاحمتی افکار کی بنیادی وجوہات دراصل نامساعد معاشرتی حالات، مقتدرہ کے استحصالی رویے اور عام لوگوں کی اقتصادی پریشانیوں کو نتیجے میں جنم لیتے ہیں۔سب سے اہم مزاحمتی علامتیں غربت، معاشرے کی طبقاتی تقسیم، ناانصافی اور اقدار کی عدم مساوات، ظلم اور استعمارو استحصال ہیں۔

کلیدی الفاظ : معاشرتی علامتی شاعری کا دھارا، احتجاج، ردِعمل، استبداد، انصاف، غربت، انسانی وسائل پر مقتدرہ کا کنٹرول

جائزہ

---

[1]ایسو سی ایٹ پروفیسر، صدر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف تہران، ایران

مزاحمتی ادب

ایک ایسے وقت میں جب دنیا بھر میں انسانی حقوق کی پامالی ہورہی ہے اور انسانوں کو آزادی کے بنیادی حق سے محروم کیے جانے کے لیے متعدد حربے بروئے کار لائے جا رہے ہیں، انسانی حقوق کو حاصل آئینی تحفظ کا نظام کمزور کرنے پر کچھ قوتیں زور صرف کر رہی ہیں اور جمہوری عمل پہلے سے کہیں ز یادہ تنگ نظر اور بنیاد پرست مذہبی و قومی جماعتوں کے دباؤ کا شکار ہورہا ہے۔

انقلاب مشروطہ کے آغاز کے ساتھ ہی ادب میں معاشرتی اور سیاسی رجحانات ابھرے اور اسی وقت، معاشرتی امور کی عکاسی،آئینی شعری دھارے کی فکری بنیاد بن گئی۔ (یوشیج، 1385:190)

اسی بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے، جب نیما یوشیج نے شاعری میں آزاد نظم کا کآغاز کیا تو اس نے سیاست سے وابستہ ایک ادبی اصول کی حیثیت سے کمیونٹی اور سیاسی نظام کو سمجھنے کی کوشش کی اور شاعری کا باضابطہ طور پر معاشرتی تناظر سے انسلاک قائم کرنے کی تخلیقی سطح پر کامیاب کاوش کی۔ وہ خود کہتا ہے : " وہ ادب جس کا تعلق سیاست سے نہ ہو وہ ادب اپنا وجود ہی قائم نہیں رکھ سکتا۔۔ معاشرے کے مسائل پر نیما یوشیج کی بھرپور توجہ کے ساتھ ساتھان کے افکار کے پیروکار بھی سماجی شاعری کی طرف متوجہ ہوئے اور معاشرے سے وابستگی ہی ان کی شاعری کی اساس بن گئی۔ آج کی شاعری اور گذشتہ شعراکے درمیان ایک فرق، ماضی کے شاعروں کے معاشرتی وژن کی کمی ہے۔مندرجہ ذیل اشعار میں وہ کہتے ہیں کہ پچھلے شعراشراب سے اور تخیل کے خشک آسمانوں میں بات کرتے تھے اور اپنے تخیل میں وہ شرارتی طنز میں الجھے ہوئے تھے۔لیکن آج کی شاعری ایسی نہیں ہے۔

موضوع شعر امروز / موضوع دیگری است / امروز شعر حربه خلق است / زیرا که شاعران
/ خود شاخه ای ز جنگل خلق اند /نه یاسمین و سنبل گل خانه فلان(شاملو، 1384: 142)

اسی بنا پر جب نیما اور اس کے مقلدین نے شاعری کی طرف اپنا رویہ تبدیل کیا تومعاصر شاعری کے تناظر میں ایک ایسا نیا رجحان پیداہواجو معاصر شاعری کا ایک اہم وسیلہ بن گیا۔

مزاحمتی ادب کو تحقیق میں بہت زیادہ توجہ ملی ہے اور اس موضوع پر بہت سارے مقالے اور مضامین لکھے گئے ہیں۔مزاحمتی ادب میں ایسے تصورات شامل ہیں جو کسی نہ کسی طرح شاعر کے نظریات اور اُس کے مافی الضمیر کے آئینہ دار ہیں۔اگرچہ کلاسیکی شاعری کے جائزے سےپتہ چلتا ہے کہ مزاحمتی شاعری کوئی ادبی صنف نہیں ہے لیکن شعرا کے دیوانوں میں ہر طرح کے موضوعات دیکھے اور محسوس کیے جا سکتے ہیں اور اکثر افکار اعتراضی ادب کی شکل میں ہیں۔

زیادہ ترناصرخسرو،سنایی، سعدی، عبید زاکانی اور حافظ کی شاعری میں مزاحمتی ادب کے عناصر دکھائی دیتے ہیں۔ سنایی اس سلسلے میں زیادہ سماجی اور اصلاح پسند بن کر سامنے آئے۔ (پشت دار، 1389:157)

انقلاب مشروطہ اور معاشرتی، سیاسی اور معاشی تبدیلیاں رونماہونے سے سے فارسی ادب بھی متاثر ہوا۔ سوچ اور طرز زندگی کی تبدیلیاں اور اس کے نتیجے میں وژن، زبان اور اظہار کی تبدیلی نے جدید فارسی ادب کی تخلیق میں نمایاں کردار ادا کیاسب سے اہم فکری تبدیلی یہ تھی کہ شاعروں نے معاشرتی مسائل پر زیادہ غور کیا۔ معاشرتی حالات کے خلاف ردعمل اور معاشرتی سختی، تنقید اور احتجاج کا نتیجہ یہ ہوا کہ مزاحمتی شاعری کو ایک مرکزی موضوع کی حیثیت حاصل ہو گئی۔معاشرے میں استبداد و استحصال پسندی کا ایک نتیجہ طبقاتی صورتِ حال اور معاشرے میں روز بہ روز بڑھتی ہوئی غربت ہے جس کا اظہار تمام پرعزم شعرا کی شاعری میں دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے۔ وہ اس طرح کے طبقاتی نظام اور طبقاتی صورتِ حال کو ایک طرح کی ناانصافی سمجھتے ہیں جو معاشرے میں ظلم و جبریت کو جنم دیتی ہے۔

نیمااپنی ایک نظم میں کرم نامی ایک غریب شخص کی کہانی بیان کرتا ہے، جس نے اپنے آقا کے گھر سے چوری کی تھی اور اب اسے قید کردیا گیا ہے۔جب سپریم کورٹ میں جج اسے

چوری کے الزام میں جیل بھیج دیتے ہیں تو وہ سختی سے بولتا ہے اور ان کی بے انصافی کی شکایت کرتا ہے۔

یہاں، نیماکرم کی زبان میں احتجاج اور ردِ عمل کا اظہار کرتاہے کیوں کہ معاشرے میں ایک شخص کو سب چیزوں کا مالک و مختار نہیں ہونا چاہیے اور دوسرے شخص کو غربت کی آگ میں جلانا ہی معاشرتی طبقاتی نظام کی عکاسی پر مبنی فکر ہے کو صحیح نہیں ہے۔

شعر ان رعیتوں کی زندگیوں کا تخلیقی بیانیہ ہےجو اپنے خاندان کے ساتھ کم تر اور پریشان کُن ماحول میں سخت ترین صورتِ حال میں اپنے خاندان کے ساتھ رہتے ہیں۔مذکورہ نظم ایک ایسےشخص کی دُکھ بھری داستان پر مشتمل ہے جو کام کا انتخاب کرنے اور اپنے بچوں کو بھوک کے خوف سے نجات دلانے کے دام میں گرفتار ہو گیا ہے۔

> او که تا صبح به چشم بیدار / بینج باید پاید تا حاصل آن / بخورد در دل راحت دگری / باز میگوید / مرده زن من / بچه ها گرسنه هستند مرا / بروم بینمشان روی دمی / خوک ها گوی بیایند و کنند / همه این آیش ویران به چرا (یوشیج،1389:617)

فارسی کے جدید مزاحمتی رویے کے حامل تمام شاعروں کی نظموں میں معاشرے کے جبریہ رجحان کے خلاف ردِ عمل کو اپنے تخلیقی مافی الضمیر کے اظہار کا وسیلہ بنانے کی کام یاب سعی کی گئی ہے۔ ایسی شاعری معاشرے کی نا انصافی پر مبنی رویوں کے خلاف آواز ہے، سماج میں ناانصافی نہیں ہونی چاہیے۔

<u>معاشرے میں ناانصافی اور جبریہ اقدار پر احتجاج</u>

نظم میں، اس دھارے کے سارے شعرامعاشرے کے استحصالی رویوں پر اپنے تخلیقی ردِ عمل کا اظہار کرتے ہیں، یہ سب معاشرے میں بدامنی پر احتجاجی فکر کو اپنے کلام میں پیش کرتے ہیں۔معاشرے میں انصاف نہیں ہے۔ روحانی اقدار ختم ہوگئی ہیں جن کا اظہارشاعروں نے علامتی یا واضح طور پر کیا ہے۔ جدید فارسی شاعری میں لفظ " رات " کا استعمال سب سے زیادہ شاعروں کی نظموں میں علامتی پیرائے میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ مثال کے طور پر نیما کی نظم "هست شب " میں رات کی علامت کے ساتھ استبداد کا حد سے زیادہ اظہار کیا ہے اور معاشرے میں اعلیٰ اقدار کے ڈوبنے پر بھی احتجاج کی لَے کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔

> هست شب، یک شب دم کرده و خاک / رنگ رخ باخته است / باد، نوباوه ابر، از بر کوه / سی من تاخته است / هست شب، همچو ورم کرده تنی / گرم در استاده هوا / هم از این روست نمی بیند اگر / گمشده ای راهش را / با تنش گرم، بیابان دراز/ مرده را ماند / در گورش تنگ . با دل سوخته ی من ماند / به تنم خسته که میسوزد / از هیبت تب / هست شب .آری شب / هست شب آری شب(یوشیج، 1389:776)

ایک طویل نظم میں، احمد شاملو نے تمام معاشرتی امور میں عدم مساوات کو تخلیقی ڈھنگ سے بیان کیا ہے، جس میں وہ معاشرتی ناانصافی اور اقدار میں عدم مساوات کو امتیازی حیثیت سے پیش کرتے ہیں اور اُس پر ردِ عمل کا بھی اظہار کرتے ہیں :

> عصر عظمت های غول آسا ی عمارت و دورغ /.... عصری که شرم و حق حسابش جداست / و عشق سوتفاهمی است / که با متاسف گفتنی فراموش میشود / عصری که فرصتی شورانگیز است / تماشای محکومی که بر دار میکنند / عصر کثیف ترین دندان ها / در خنده ای / و مستاصل ترین ناله ها /در نومیدی / عصری که دست ها / سرنوشت را نمیسازد / و اراده به جایی ات نمیرساند / عصر پشت و رو که ژنرال ها درسته می میرند / بی آنکه ککی حتی / گزیده باشدشان / عصری که مردان دانش / اندوه پلشتی را با موشک ها / به اعماق خدا میفرستند / و نان شبانه فرزندان خود را /از سرباز خانه ها / گدایی میکنند /عصر توهین – آمیزی که آدمی / مرده ای است / با اندک فرصتی از برای جان کندن / و به شایستگی های خویش /از همه افق ها دورتر است(شاملو،1384:521)

فروغ فرخزاد نے بھی اپنے بعض اشعار میں معاشرتی خرابیوں کو اپنے مافی الضمیر کا وسیلہ بنانے کی کامیاب سعی کی ہے۔ طنزیہ و مزاحیہ الفاظ اور لب و لہجےکے تخلیقی برتاؤ کے ساتھ نظم "ای مرز پرگوهر" میں معاشرے میں موجود تضادات کے خلاف احتجاج کیا ہے۔ فرخ زاد

کے یہاں معاشرتی تباہی اور اقدار کے زوال کی سب سے اہم وجہ کفر اور معاشرے میں روحانیت کا اختتام ہے۔ نظم " آیہ ہای زمینی" میں یہ بات بالکل واضح ہے۔ وہ خود اس کے بارے میں کہتی ہے : "اس نظم کا سارا حصہ اس فضا کی وضاحت میں ہے، جس میں لوگ رہتے ہیں۔

چه روزگار تلخ و سیاهی / نان، نیروی شگفت رسالت را / مغلوب کرده بود / پیغمبران گرسنه و مفلوک از وعده گاه های الهی گریختند / و بره های گمشده عیسی/دیگر صدای هی هی چوپانی را / در بهت دشت ها نشنیدند / در دیدگان آئینه ها گویی / حرکات و رنگ ها و تصاویر / وارونه منعکس میگشت /و بر فراز سر دلقکان پست / و چهره وقیح فواحش / یک هاله مقدس نورانی / مانند چتر مشتعلی میسوخت . (فرخزاد،1384: 290)

آمرانہ پالیسیوں کے خلاف احتجاج

شاملو کی نظموں کے مجموعے میں، کسی بھی دوسری نظم کے مقابلے میں، ظلم کے خلاف سماجی، سیاسی احتجاج اور ردِ عمل کی لَے تیز تر ہے۔ زیرِ نظر نظم میں، شاملو جنگجوؤں کی وسیع پیمانے پر ہلاکت کی یاد دلاتا ہے اور شاعرانہ نقشوں کے ساتھ، شہر کی سڑکوں پر جنگجوؤں کی موجودگیاور ان کے قتل اور سڑکوں پر خون بہانے کی کیفیت کو بیان کرتا ہے۔
موت کے اونچے درجے والے جنگجو اپنے دشمنوں کو ایک گلاس موت کی شراب کا مزہ چکھاتے ہیں :

خون مان را قاطی می کنیم / فردا در میعاد / تا جامی از شراب مرگ به دشمن بنوشانیم بر تن و سه قبا در صندوق /و آن کس که برایبک لقمه در دهان و سه نان در کف /و آن کس که برایبک خانه در شهر و سه خانه در ده /با قبا و نان و خانه یبک تاریخ چنان کند که تو کردی، رضاخان /نامش نیست انسان . /نه، نامش انسان نیست، انسان نیست /من نمی دانم چیست/ به جز یک سلطان (شاملو، 1384: 66)

پہلوی کے دوسرےعہد میں بھی شاعروں نے حکومتی پالیسیوں پر احتجاج کیا۔ شاملو نے اپنی نظم " با چشم ہا" میں ان لوگوں کے رویوں پر احتجاج کیا جنھوں نےحکومتی، عوام دُشمن پالیسیوں کے ہاتھوں دھوکا کھایا تھا۔شاعر، لوگوں کو جھوٹے انصاف کے بارے میں آگاہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن لوگ آگاہ نہیں ہوتے۔

ای کاش می توانستم /خونِ رگانِ خود را
قطره، قطره
بگریم تا باورم کنند .
ای کاش
می توانستم
/ یک لحظه می توانستم
/ ای کاش
/ بر شانه های خود بنشانم /این خلقِ بی شمار را، / گردِ حبابِ خاک بگردانم /تا با دو چشمِ خویش ببینند که خورشیدِشان کجاست /و باورم کنندای کاش/
(ہمان،658)

آمریت پسندانہ پالیسیوں کے خلاف مظاہروں کا سلسلہ، خاص طور پر بغاوت سے پہلے کی شاعری میں دیکھاجاسکتا ہے۔ شاعروں نے ظلم کے خلاف خاموش رہنے والوں پربھی ردِ عمل کا رویہ کا اظہار کیا ہے۔

دیده ای یک گلوله یا تیری / که به خاک اندر آرد شیری / دیده ای پاره سنگ کم وزنی / که چو از مبدا برون بپرد / دل بحر عظیم را بدرد / در همه موج ها شود نافذ(یوشیج، 1389: 162)

بغاوت اور قومی تحریک کی شکست کے بعد، شاعروں میں مزاحمت کا جذبہ ٹوٹ گیا اور مایوسی کا عالم بن گیا۔ اس دور میں، تقریبا سبھی شعرا نے لوگوں کو معاشرے میں مایوسی اور مایوسی کا مقابلہ کرنے پر اُکسانے کے بجائے، کہا۔ اخوان ثالث کی نظم " زمستان " کو معاشرے کی مایوسی پر مبنی مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس نظم میں، شاعر معاشرے کے جبر کو دیکھ کر لوگوں کی خاموشی پر احتجاج کرتا ہے۔" زمستان" معاشرے میں لوگوں کی مایوسی،

سرد مہری اور دل ٹوٹنے کی علامت ہے۔

سلامت را نمیخواهند پاسخ گفت / سرها در گریبان است / کسی سر برنیارد کرد پاسخ گفتن و دیدار یاران را / نگه جز پیش پا را دید، نتواند / که ره تاریک و لغزان است / و اگر دست محبت سوی کس بازی / به اکرا ه اورد دست از بغل بیرون / که سرما سخت سوزان است / نفس کز گرمگاه سینه می آید برون ابری میشودتاریک / چو دیوار ایستد در پیش چشمانت / نفس کاین است، بس دیگر چه داری چشم / ز چشم دوستان دور یا نزدیک ؟ (ثالث،1387: زمستان 107)

لیکن چالیس کی دہائی میں ایک بار پھر شاعروں میں مزاحمت کا جذبہ پیدا ہوا۔ اس دور میں اس قسم کی مزاحمتی شاعری دیکھنے کو ملتی ہے۔ حمید مصدق کی نظم " درفش کاویان " لوگوں میں احتجاج کرنے اور احتجاج کی جانب فکری آمادگی کے ضمن میں ایک واضح مثال ہے۔ مصدق نے سنہ 1340 میں لوگوں کو ظلم کے خلاف لڑنے کے لیے یہ نظم لکھی تھی۔

اگر صدلشگر از دیو وددان اژدهاک بدکنش با حیله و ترفند / به قصد ما کمین سازند / من و تو ما اگر گردند / بنیادش براندازند (مصدق، 1387: 24)

اسی احتجاجی لہجے میں وہ لوگوں کو مقتدرہ کی عوام دُشمن پالیسیوں کے خلاف آواز بلند کرنے کی جانب مائل کرنے کے لیے نظم تخلیق کرتے ہیں :

کنون یاران به پا خیزید و بر پیمان بسته ارج بگزارید / عقاب آسا و بی پروا / به سوی خصم روی آرید / به سوی فتح و پیروزی / به سوی روز بهروزی

اپنے حقوق کے لیے باہر نکلنے، ردِ عمل کا اظہار کیے جانے اور لڑنے اور جیتنے کی تفصیل پر نظم کا اختتام ہوتا ہے۔

حاصل کلام

معاشرتی علامتی شاعری کےفکری دھارے میں معاصر مزاحمتی ادب کے جائزے سے پتا چلتا ہے کہ احتجاج اور ردِ عمل مذکورہ شاعری کا ایک اہم جزو ہے جس کا معاصرشعراکی نظموں میں ذکر تخلیقی اُپج کے ساتھ دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے کیوں کہ شعرامعاشرے کے مسائل کو تمام تر تخلیقیت اور معروضیت کے ساتھ پیش کرنا اپنا اوّلیں فرض سمجھتے ہیں، تخلیق کار ہی معاشرے کے پسے ہوئے طبقے کی آواز ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ تخلیق کاروں نے معاشرے میں ہنگامہ آرائی، ناانصافی، غربت، استبداد اور اقتصادی عدمِ مساوات ایسے موضوعات کو اپنی تخلیقات میں مرکزی حیثیت کا حامل تصور کرتے ہوئے، اپنے افکار نہ صرف شامل کیا ہے بلکہ عام لوگوں کو بھی اپنے ادراک کے مرکزی دھارے میں شامل کرنے کی بھرپور سعی کی ہے۔ معاشرتی احتجاجوں میں غربت، معاشرتی ناانصافی اور استبداد پسندی، معاشرے میں اعلیٰ انسانی روایات اور اعلیٰ انسانی اقدار کا الٹ جانا اور ظلم کے خلاف لوگوں کی خاموشی جدید فارسی شاعری کے مرکزی موضوعات میں شامل ہے، مذکورہ موضوعات نیمایوشج، اخوان ثالث، شاملو، فروغ فرخزاد اور مصدق کی شاعری میں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔

حواله جات

1- یوشیج، نیما (1385) درباره هنر شعر و شاعری، به کوشش : طاهباز سیروس،تهران : نگاه
2- شاملو، احمد (1384) مجموعه آثار (دفتر یکم) ج ششم، تهران : نگاه
3- پشت دار، علی محمد (1389) « چشم انداز آزادگی و ادب اعتراض در شعر فارسی » مجله تخصصی علوم ادبی،ص 157- 180
4- یوشیج، نیما (1389) مجموعه کامل اشعار، گردآوری، نسخه برداری و تدوین : سیروس طاهباز، تهران : نگاه
5- فرخزاد، فروغ (1384) دیوان، تهران : مجید
6- اخوان ثالث، مهدی (1387) زمستان، تهران : زمستان
7- مصدق، حمید (1387) تا رهایی، منظومه ها و شعرها، تهران : زریاب